میر انیس

(1800ء تا 1874ء)

میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو واقعہ کربلا سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو کربلا کے موسمی حالات سے واقفیت دلانا
- طلبہ کو مرثیہ نویسی سے متعارف کروانا
- طلبہ کو شاعری کی صنف مسدس سے آگاہ کرنا
- طلبہ کو نظم میں منظر نگاری کے عنصر سے واقفیت کروانا
- طلبہ کو میر انیس کی شاعری کے بارے میں معلومات دینا
- طلبہ کو میر انیس کے حالاتِ زندگی سے آگاہ کرنا

شاعر کے حالاتِ زندگی

میر ببر علی انیس میر خلیق کے بیٹے تھے۔فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ان کے مورث اعلیٰ میر امامی شاہجہان کے عہد میں ہرات سے آئے اور دہلی میں آباد ہو گئے۔ شاہجہان نے سہ ہزاری منصب عطا کیا۔ سلطنت مغلیہ کے دور زوال میں میر امامی کے پوتے میر غلام حسین ضاحک اپنے فرزند میر حسن کو، جن کی عمر دس بارہ سال تھی ساتھ لے کر فیض آباد پہنچے۔ جب مرکزِ حکومت لکھنؤ منتقل ہوا تو میر ضاحک اور میر حسن کی آمدورفت لکھنؤ میں شروع ہوگئی۔ میر حسن کے تین بیٹے تھے ان میں سے ایک میر خلیق تھے۔ میر انیس انہی کے فرزند تھے۔ میر انیس بیالیس سال کے تھے کہ اپنے چھوٹے بھائی انس کے ہمراہ مستقل طور پر لکھنؤ آ گئے۔

www.downloadclassnotes.com

میر انیس نے اپنے والد کے سایۂ عاطفت میں تعلیم وتربیت پائی۔ ابتدائی کتابیں مولوی حیدر علی اور صدر مفتی میر عباس سے پڑھی تھیں۔ ورزش کے بہت شائق تھے اور فن سپہ گری اور شہ سواری میں بھی مہارت حاصل کی۔ یہ معلومات جنگ کے مناظر وغیرہ دکھانے میں بہت کار آمد ثابت ہوئیں۔ حسنِ تناسب کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ اپنی خاندانی عزت پر بڑا فخر تھا اور خودداری اور عزتِ خاندانی کا ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ بہت وضعدار تھے اور ملنے جلنے میں رکھ رکھاؤ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ شاہوں سے بھی باوقار انداز میں ملتے تھے۔ کسی کی تعریف یا لالچ میں ایک حرف زبان سے نہیں کہا۔ البتہ مدح آل رسول ﷺ میں ہدیہ قبول کر لیتے تھے۔

میر انیس کو شاعری ورثے میں ملی تھی۔ ان کے والد میر خلیق بھی شاعر تھے۔ دادا نامور مثنوی نگار میر حسن اور پردادا مشہور ہجوگو میر ضاحک تھے۔ یوں یہ سلسلہ پانچویں پشت تک جا پہنچتا ہے۔ انیس خود فخریہ کہتے ہیں ؎

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں
پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مداحی میں

لکھنؤ آنے کے بعد میر انیس لکھنؤ کے شاعرانہ ماحول سے بہت متاثر ہوئے اور شعر کہنے لگے۔ شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا لیکن والد کے کہنے پر وہ اپنی خاندانی صنف مرثیہ گوئی پر مائل ہو گئے۔ ان دنوں لکھنؤ میں مرزا سلامت علی دبیر کو مرثیہ گوئی کا امام تسلیم کیا جاتا تھا' ان کے ہوتے ہوئے مرثیہ گوئی میں میر انیس کا ایسے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہو جانا ان کی فطری صلاحیت اور شاعرانہ کمال کا بین ثبوت ہے۔ زوالِ لکھنؤ کے بعد عظیم آباد، پٹنہ اور حیدرآباد دکن بھی گئے اور بڑی قدر دانی ہوئی۔ 1874ء میں لکھنؤ میں وفات پائی۔

میر انیس ایک خوش الحان شاعر تھے۔ ان کا مرثیہ پڑھنے کا انداز سامعین پر ایک خاص وجد سا طاری کر دیتا تھا اور ان کے دل ودماغ پر گہرا اثر چھوڑتا تھا۔ آپ

صاحب مطالعہ آدمی تھے۔ عربی اور فارسی میں خاصی استعداد حاصل کر چکے تھے۔ قرآن وحدیث کے مطالعے سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ ان کی ذاتی اور شاعرانہ خوبیوں نے میر انیس کو بہت جلد بہت مقبول بنا دیا۔

مرکزی خیال

اس مرثیے میں میر ببر علی انیس نے کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ آسمان سے آگ برس رہی تھی اور زمین تنور کی طرح تپی ہوئی تھی۔ انسان تو انسان جانور بھی اس گرمی سے پریشان تھے یہاں تک کہ درختوں کے پتے بھی اس گرمی میں مرجھا گئے تھے۔ غرض میر انیس نے مبالغہ آرائی کی حد تک گرمی کی شدت کا ذکر کیا ہے۔

خلاصہ

جنگ کے دن بہت زیادہ گرمی تھی۔ اس کا بیان مشکل تھا۔ ڈر تھا کہ زبان شمع کی طرح جلنے نہ لگے۔ میدانِ جنگ کا رنگ سرخ تھا اور آسمان کا زرد۔ آسمان سے آگ برس رہی تھی۔

سورج کی تپش اتنی زیادہ تھی کہ دن کا رنگ رات کی مانند لگ رہا تھا اور نہرِ علقمہ بھی خشک ہو گئی تھی۔ دریائے فرات کا پانی بھی کھولا ہوا سا لگ رہا تھا۔

گرمی کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ مچھلیاں سمندر کی سب سے نچلی تہ سے جا لگی تھیں، ہرن ست اور چیتے سیاہ ہو گئے تھے۔ پتھر موم کی طرح پگھل رہے تھے۔ پھول اپنی رنگت کھو چکے تھے اور کنوؤں کا پانی بھی نیچے چلا گیا تھا۔

دور دور تک کہیں کسی درخت پر پھل پھول نظر نہ آتا تھا۔ ہر شاخ سوکھی ہوئی تھی۔ پتے زرد ہو چلے تھے۔

شیر اور ہرن اپنے ٹھکانے میں چھپے ہوئے تھے اتنی زیادہ گرمی تھی کہ اگر کوئی دانہ

www.downloadclassnotes.com

زمین پر گرتا تو وہ بھن جاتا۔

ہوا کے بگولوں پر آگ کا گمان ہوتا تھا۔ پانی کے بلبلے آگ کے شعلوں کی طرح لگ رہے تھے۔ مگرمچھوں کی جان بھی لبوں پر آئی ہوئی تھی۔ اتنی گرمی تھی کہ مچھلی تک بھن جاتی تھی۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
لُو	تیز گرم ہوا	آفتاب	سورج
حدت	تپش	تاب وتب	چمک دمک
حباب	بُلبلہ	کھولنا	اُبلنا
شجر	درخت	برگ	پتّا
نخل	چھوٹا پودا	چنار	سرخ پھولوں والا ایک درخت
زیست	زندگی	مدقوق	دق کا مریض
کچھار	شیر کا مسکن	آہو	ہرن
مہر	سورج	مُکدّر	میلا، ناراض
غبار	گرد، خاک اُڑنا	گردوں	آسمان
تپ	بخار، گرمی	مُضطرب	بے چین
گرداب	بھنور، پانی کا چکر	شعلۂ جوالہ	وہ شعلہ جس کو جلا کر گول چکر کی صورت میں گھماتے ہیں
گمان	خیال	نہنگ	مگرمچھ
ماہی	مچھلی	سبزہ زار	ہرا بھرا میدان
شدت	زیادتی	کباب	کنایتاً جلا بھنا

www.downloadclassnotes.com

اشعار کی تشریح

بند نمبر:1

گرمی کا روزِ جنگ کی کیوں کر کروں بیاں
ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں
وہ لُو کہ الحذر، وہ حرارت کہ الاماں
رَن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں
آبِ خنک کو خلق ترستی تھی خاک پر
گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر

حلِ لغت

مثلِ شمع: شمع کی طرح۔ الحذر: خدا کی پناہ۔ الامان: خدا کی پناہ، رحم، امن۔ حرارت: گرمی۔ رَن: بڑی جنگ، میدانِ جنگ۔ آبِ خنک: ٹھنڈا پانی۔ مخلوق: لوگ

مفہوم: جنگ کے دن کی گرمی کا کیا حال بیان کروں۔ ڈر ہے کہ زبان کہیں شمع کی مانند جلنے نہ لگے۔ اتنی تیز گرم ہوا کہ خدا کی پناہ۔ میدانِ جنگ گرمی سے سرخ تھا اور آسمان کا رنگ زرد تھا۔ زمین پر لوگ ٹھنڈے پانی کو ترس رہے تھے اور ہوا سے گویا زمین پر آگ برس رہی تھی۔

تشریح: شاعر میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ایک تو یہ ملک عرب کا ریگستان تھا جس کی گرمی محتاجِ بیان نہیں اور پھر یہ جنگ کا دن تھا۔ ظاہر ہے کہ جنگ کی وجہ سے گرمی کی شدت کچھ اور بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے میں گرمی کی اس شدت کو بیان نہیں کر سکتا۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں گرمی کی اس شدت کو بیان کر سکوں بس یہ سمجھ لیں کہ ایک کریلا اور دوسرا نیم چڑھا والی بات ہے۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میری زبان گرمی کی

www.downloadclassnotes.com

شدت اور صحیح کیفیت بیان کرتے ہوئے شمع کی مانند جلنے نہ لگے۔ میدانِ جنگ میں اس قدر لُو چل رہی تھی کہ انسان بے اختیار خدا کی پناہ طلب کرنے لگے۔ میدانِ جنگ کی زمین گرمی کی شدت سے تپ کر تانبے کی طرح سرخ ہو چکی تھی۔ گرمی اس قدر شدید تھی کہ آسمان بھی اس کی شدت سے محفوظ نہیں تھا بلکہ وہ بھی زرد پیلا دکھائی دے رہا تھا۔ زمین پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور لوگ ٹھنڈے پانی کو ترس رہے تھے۔ انھیں گرمی کی شدت میں اپنی پیاس بجھانے کے لیے ٹھنڈا پانی نہیں ملتا تھا جس سے وہ بہت بے تاب اور بے حال ہو رہے تھے۔ گرمی کی شدت کی یہ کیفیت تھی کہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ہوا سے زمین پر آگ برس رہی ہو۔

بند نمبر:2 وہ لُو ، وہ آفتاب کی حِدت ، وہ تاب و تب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب
خیمے جو تھے حبابوں کے ، تپتے تھے سب کے سب
اُڑتی تھی خاک ، خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فُرات کا

حلِ لغت

لُو: تیز گرم ہوا۔ آفتاب: سورج۔ حدت: تپش۔ تاب و تب: چمک دمک۔ مثالِ شب: رات کی مانند۔ لب: ہونٹ۔ حباب: بلبلہ۔ حیات: زندگی۔ کھولا ہوا: اُبلا ہوا

مفہوم: میدانِ کربلا میں تیز لو چل رہی تھی۔ سورج تپا ہوا تھا۔ اس تپش کی وجہ سے دھوپ کا رنگ رات کی طرح سیاہ ہو چکا تھا۔ نہرِ علقمہ کے ہونٹ بھی خشک

تھے۔ پانی کے بلبلے جو خیموں کی مانند تھے وہ بھی تپے ہوئے تھے۔ ہر طرف خاک اُڑ رہی تھی۔ زندگی مفقود تھی اور دھوپ کی وجہ سے دریائے فرات کا پانی بھی اُبلا ہوا تھا۔

تشریح: میر انیس کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنگ کے دن کربلا کے میدان میں بہت تیز گرم ہوا چل رہی تھی۔ سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ سورج کی دھوپ میں بہت زیادہ تپش تھی۔ جس طرح دیر تک آگ پر رکھی ہوئی چیز جل کر سیاہ ہو جاتی ہے اسی طرح تیز دھوپ کی وجہ سے دن پر بھی رات کا گماں ہوتا تھا۔ دھوپ کا رنگ شدتِ تپش سے کالا پڑ گیا تھا۔ اس وقت ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے خود علقمہ نہر کو بھی پیاس لگی ہوئی ہو۔ اس کے پانی میں بننے والے بلبلے سب کے سب تپے ہوئے تھے۔ ہر طرف خاک اُڑ رہی تھی۔ ایسے میں زندگی بے جان سی ہو کر رہ گئی تھی۔ گرمی کی شدت نے زندگی سے مایوس کر دیا تھا۔ اس گرمی کی شدت سے دریائے فرات کا پانی بھی اُبلا ہوا سا لگ رہا تھا۔

بند نمبر:3

جھیلوں سے چار پائے نہ اٹھتے تھے تا بہ شام
مسکن میں مچھلیوں کے سمندر کا تھا مقام
آہو جو کاہلے تھے تو چیتے سیاہ فام
پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ مومِ خام
سرخی اڑی تھی پھولوں سے، سبزی گیاہ سے
پانی کنوؤں میں اترا تھا سائے کی چاہ سے

حل لغت

چار پائے: چار پیروں والے جانور۔ مسکن: رہنے کی جگہ۔ آہو: ہرن۔ کاہلے:

www.downloadclassnotes.com

کاہل، سست۔ سیاہ فام: کالی رنگت والے۔ مثل: مثال، کسی کی مانند ہونا۔ خام: کچا۔ گیاہ: گھاس پھونس۔ چاہ: چاہت، کنواں

مفہوم: چارپائے شام تک جھیلوں سے نہ اٹھتے تھے۔ مچھلیوں کے مسکن میں سمندر کا مقام تھا۔ ہرن سست تھے اور چیتے گرمی کی وجہ سے سیاہ لگ رہے تھے۔ پتھر کچی موم کی طرح پگھل گئے تھے۔ پھولوں کا سرخ رنگ اڑ گیا تھا اور گھاس سے سبزی ختم ہو گئی تھی۔ پانی بھی سایہ تلاش کرنے کنویں میں نیچے چلا گیا تھا۔

تشریح: کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے میر انیس کہتے ہیں کہ جانور گرمی کی شدت سے بے حال تھے۔ جو جانور پانی میں رہ سکتے تھے، وہ پانی سے باہر ہی نہ نکلتے تھے۔ شام تک وہ پانی ہی میں رہتے۔ جب شام کے وقت سورج کی حدت ذرا کم ہوتی تب کہیں جا کر وہ پانی سے باہر آنے کا قصد کرتے۔ مچھلیاں جو سمندر میں رہتی تھیں، وہ بھی سطح آب پر آنے سے کتراتی تھیں۔ سطح کا پانی آگ کی طرح کھولا ہوا تھا۔ مچھلیاں سمندر کی تہ میں چلی گئی تھیں تاکہ وہ گرمی کی شدت سے بچ سکیں۔ اس گرمی نے کسی کو بھی نہ چھوڑا تھا۔ ہر وقت چوکڑیاں بھرتے رہنے والے ہرن سست اور نڈھال ہو چکے تھے۔ ان سے ایک قدم اٹھانا بھی محال تھا۔ گرمی نے ان کا برا حال کر دیا تھا۔ چیتے بھی اس گرمی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔ وہ بھی نیم جاں ہو گئے تھے۔ دھوپ کی تیزی کی وجہ سے ان کا رنگ و روپ بھی سیاہ پڑ گیا تھا۔ اتنی شدید گرمی تھی کہ پتھر کچی موم کی طرح پگھل رہے تھے۔ یہاں میر انیس بہت زیادہ مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔ درحقیقت پتھر دھوپ کی وجہ سے صرف گرم ہوئے تھے لیکن وہ کہہ رہے ہیں کہ اتنی شدید گرمی تھی کہ پتھر کچی موم کی طرح پگھل رہے تھے۔ مبالغہ آرائی کی انتہا ہے، لیکن شعر میں زور پیدا کرنے کے لیے انھوں نے اس طرح کی مبالغہ آرائی سے کام

لیا ہے۔ اصل میں یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ بہت زیادہ گرمی تھی۔ بہار کے موسم میں سرخ سرخ پھول اپنی خوشنمائی سے باغ کو رونق بخشتے ہیں۔ اس گرمی میں پھولوں کا سرخ رنگ بھی اُڑ گیا تھا۔ سورج کی تپش نے پھولوں کی چمک کو ماند کر دیا تھا۔ گھاس پھونس بھی سوکھ کر پیلی رنگت اختیار کر چکی تھی۔ اصل میں گھاس کا رنگ سبز ہوتا ہے جو آنکھوں کو بڑا بھلا معلوم ہوتا ہے مگر دھوپ نے اس کی تازگی چھین لی تھی۔ سبزی پیلاہٹ میں تبدیل ہو چکی تھی۔ کنوؤں کا پانی نیچے چلا گیا تھا۔ اس کی اصل وجہ تو یہ ہے کہ زیرِ زمین پانی کم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے کنوؤں کا پانی نیچے چلا گیا تھا لیکن میر انیس کہتے ہیں کہ سائے کی چاہت میں پانی نیچے چلا گیا۔

بند نمبر 4:
کوسوں کسی شجر میں نہ گُل تھے نہ برگ و بار
ایک ایک نخل جل رہا تھا صورتِ چنار
ہنستا تھا کوئی گل ، نہ لہکتا تھا سبزہ زار
کانٹا ہوئی تھی سوکھ کے ہر شاخ بار دار
گرمی یہ تھی کہ زیست سے دل سب کے سرد تھے
پتے بھی مثلِ چہرۂ مدقوق زرد تھے

حلِ لغت

کوسوں: میلوں (ایک کوس ڈیڑھ میل کے برابر ہوتا ہے) شجر: درخت۔ گل: پھول۔ برگ: پتا۔ نخل: چھوٹا پودا۔ چنار: سرخ پھولوں والا ایک درخت۔ بار: پھل۔ زیست: زندگی۔ مثل: مانند، طرح۔ مدقوق: دق کا مریض

مفہوم: میلوں تک کسی درخت پر پھل پھول نہ تھے۔ ہر پودا چنار کی طرح جل رہا تھا۔ کہیں کوئی پھول نہیں کھلا تھا۔ ہر پھل دار شاخ سوکھ کر کانٹا بن گئی تھی۔ ہر کوئی زندگی سے بے زار تھا۔ درختوں کے پتے بھی دِق کے مریضوں کے زرد چہروں

کی طرح تھے۔

تشریح: کربلا کے میدان میں درخت تو موجود تھے مگر دور دور تک کوئی درخت ایسا دکھائی نہ دیتا تھا جو پھلوں، پھولوں یا پتوں سے ہرا بھرا ہو۔ ٹنڈ منڈ درختوں پر جب سورج کی شعاعیں پڑتیں تو دیکھنے والے کو یوں محسوس ہوتا جیسے جنگل میں آگ لگی ہوئی ہو اور ہر پودا اس آگ میں جل رہا ہو بالکل اسی طرح جیسے چنار کے درخت اپنے سرخ پھولوں کی وجہ سے یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے ان میں آگ لگی ہوئی ہو۔ پھول پژمردہ ہو چکے تھے۔ سبزہ زار میں بھی کوئی رونق نہیں تھی۔ جو شاخیں کبھی پھلوں سے لدی پھندی نظر آتی تھیں، آج وہ گرمی کی شدت سے سوکھ کر کانٹا بن گئی تھیں۔ اس شدید گرمی میں لوگ جینے سے بے زار ہو چکے تھے۔ ان کی دلی امنگیں، جوش اور ولولے سرد پڑ چکے تھے۔ گرمی کی وجہ سے درختوں کے پتے کملا گئے تھے۔ وہ پتے جو کبھی سرسبز وشاداب تھے، ان میں پیلاہٹ آ گئی تھی اور وہ اس طرح لگ رہے تھے جیسے دق کا مارا ہوا کوئی مریض ہو۔ دق کے مریض کا چہرہ بھی خون کی کمی کی وجہ سے پیلا پڑ جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ گرمی کی شدت نے ہرے بھرے پتوں کو بھی زرد کر دیا تھا۔ ان کی تازگی ختم ہو گئی تھی۔ ان میں زندگی کی سرخی نہیں رہی تھی۔ گرمی کی شدت سے سب کا ہی بُرا حال تھا۔

بند نمبر:5

شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے
آہو نہ منھ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مُکدّر غبار سے
گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے
گرمی سے مُضطرب تھا زمانہ زمین پر
بُھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

www.downloadclassnotes.com

حل لغت

کچھار: شیر کا مسکن۔ آہو: ہرن۔ سبزہ زار: ہرا بھرا میدان۔ مہر: سورج۔ مکدّر: میلا۔ گردوں: آسمان۔ تپ: بخار۔ مضطرب: بے چین، پریشان

مفہوم: دھوپ کے مارے شیر اپنی کچھار سے باہر نہ نکلتے تھے۔ سبزہ زار میں آہو بھی گرمی سے ہانپ رہے تھے۔ سورج کی دھوپ گرد سے میلی ہو رہی تھی، آسمان کو زمین کی گرمی کی وجہ سے بخار ہو گیا تھا۔ ساری دنیا گرمی سے پریشان تھی۔ اگر کوئی دانہ زمین پر گرتا تو وہ بھن جاتا۔

تشریح: گرمی کی شدت کی یہ کیفیت تھی کہ شیر جیسے درندے بھی تیز دھوپ کی وجہ سے اپنے ٹھکانوں کو نہ چھوڑتے تھے بلکہ وہ وہیں دبکے پڑے ہوئے تھے حالاں کہ شیر جیسے درندے اکثر شکار کی تلاش میں اِدھر اُدھر گھومتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ہرن بھی ہرے بھرے میدانوں سے منھ باہر نہیں نکالتے تھے۔ گرمی کی شدت سے وہ بھی بے حال ہو رہے تھے۔ سورج جو ایک صاف شفاف اور روشن آئینے کی طرح چمکتا ہے، گرمی کی شدت اور گردوغبار کی وجہ سے وہ بھی میلا اور گدلا ہو چکا تھا۔ گویا سورج نے اپنا منھ گردوغبار میں چھپا لیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین کے گرم بخارات سے آسمان کو تیز بخار چڑھ گیا ہو۔ گویا زمین کی سخت گرمی کا اثر آسمان تک جا پہنچا تھا۔ وہ بھی اس گرمی سے محفوظ نہ تھا۔ اس طرح زمین اور آسمان دونوں گرمی سے تپ رہے تھے جس کے نتیجے میں لوگوں کا بُرا حال تھا۔ ہر کوئی زندگی سے بے زار نظر آ رہا تھا۔ زمین کا فرش تنور کی طرح گرم تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اناج کا جو دانہ اس تپتے ہوئے فرش پر گرتا تھا وہ جل بھن جاتا تھا۔ گویا اسے کسی بھٹی میں ڈال دیا گیا ہو۔ یہ مبالغے کی انتہا ہے۔

www.downloadclassnotes.com

بند نمبر 6:

گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گماں
انگارے تھے حباب تو پانی شرر فشاں
مُنھ سے نکل پڑی تھی ہر اک موج کی زباں
تہ پر تھے سب نہنگ، مگر تھی لبوں پہ جاں
پانی تھا آگ، گرمیٔ روزِ حساب تھی
ماہی جو سیخِ موج تک آئی، کباب تھی

حل لغت

گرداب: بھنور، پانی کا چکر۔ شعلۂ جوالہ: آگ کا دائرہ۔ انگارے: آگ کے دہکتے ہوئے ٹکڑے۔ حباب: بلبلہ۔ شرر فشاں: چنگاریاں برسانے والا۔ تہ: نچلا حصہ۔ نہنگ: مگرمچھ۔ روزِ حساب: قیامت کا دن۔ ماہی: مچھلی

مفہوم: بھنور پر جلتے ہوئے شعلے کا خیال گزرتا تھا۔ بلبلے انگاروں کی طرح تھے اور پانی آگ برسا رہا تھا۔ ہر ایک موج کی زبان منہ سے نکلی ہوئی تھی۔ مگرمچھ پانی کی تہ میں تھے مگر ان کی جان بھی لبوں پر آئی ہوئی تھی۔ پانی آگ بنا ہوا تھا اور گرمی قیامت جیسی تھی۔ اگر کوئی مچھلی پانی کی سطح تک آتی تو کباب کی طرح بھن جاتی تھی۔

تشریح: شاعر کہتا ہے کہ پانی میں جو بھنور بنتا ہے وہ ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے آگ کا شعلہ جلا کر اسے چکر دے دیے ہوں اور وہ اپنی تپش چاروں طرف پھیلا رہا ہو۔ پانی میں جو بلبلے بنتے تھے وہ بھی کسی دہکتے ہوئے انگارے سے کم نہیں تھے۔ دریا کا پانی بھی آگ برسا رہا تھا۔ گویا بہت ہی زیادہ گرمی تھی۔ دریا کی موجیں بھی پریشان تھیں۔ دریا میں موجود مگرمچھ اگرچہ پانی کی تہ میں لیٹے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ گرمی کی شدت سے متاثر تھے کیوں کہ اس گرمی کی وجہ سے پانی آگ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے

www.downloadclassnotes.com

قیامت آ گئی ہو۔ پانی میں موجود مچھلیاں بھی پریشان تھیں۔ اگر وہ پانی کی گرمی سے گھبرا کر سطح آب پر آتیں تو وہاں گرمی کا زور اور زیادہ ہوتا اور وہ گرمی کی شدت سے جل بھن کر کباب ہو جاتیں۔ یہاں بھی میر انیس مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔ ان کا مقصد گرمی کی شدت کو بیان کرنا ہے۔ گرمی کی ایسی حالت میں بھی اسلام کی سربلندی کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ کسی بھی قسم کے حالات انھیں حق کی راہ سے ہٹا نہ سکے۔ انھوں نے جان دے دی لیکن باطل کو حق کہنے پر رضامند نہ ہوئے۔

تبصرہ

میر انیس ایک مرثیہ گو شاعر ہیں۔ انھوں نے اس مرثیے میں کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کو بیان کیا ہے۔ ہر جان دار گرمی سے متاثر تھا۔ درخت سوکھ کر کانٹا بن گئے تھے۔ درخت پھلوں سے خالی تھے۔ جانور پانی کے قریب رہنا پسند کر رہے تھے۔ پرندے سائے کی تلاش میں چھپتے پھر رہے تھے۔ آنکھیں کھولنا محال تھا۔ شیر اپنی کچھار سے باہر آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مگرمچھ گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے دریا کی تہ میں چلے گئے تھے لیکن ان سب باتوں کے باوجود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اسلام کی سربلندی کے لیے کربلا کے میدان میں جنگ لڑ رہے تھے۔

حل مشقی سوالات

-1 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کیجیے:

(الف) میر انیس نے پہلے بند میں زبان کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

جواب: شاعر نے کہا ہے کہ کہیں میری زبان شمع کی طرح جلنے نہ لگے کیوں کہ میں کربلا کی گرمی کی شدت کو بیان کرنے جا رہا ہوں۔ اس طرح شاعر نے زبان کو شمع

www.downloadclassnotes.com

سے تشبیہ دی ہے۔

(ب) دوسرے بند میں نہر کے "لب" سے کیا مراد ہے؟

جواب: دوسرے بند میں نہر کے "لب" سے مراد نہر کے دونوں کنارے ہیں۔ جس طرح انسان کے لب ہوتے ہیں اسی طرح نہر کے دونوں کناروں کو اس نے لبوں سے تشبیہ دی ہے۔ پیاس کی شدت سے ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں اسی طرح گرمی کی شدت سے نہر علقمہ کے کنارے خشک ہو چکے تھے۔

(ج) شاعر کے بیان کے مطابق دریائے فرات کے پانی پر دھوپ کا کیا اثر ہوا؟

جواب: شاعر گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے مبالغہ آرائی کی حدوں کو چھو رہا ہے۔ شاعر کا کہنا ہے کہ دھوپ کی وجہ سے دریائے فرات کا پانی ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے تیز آگ پر رکھ دیا ہو اور یہ ابلنے لگے۔ دھوپ سے دریائے فرات کا پانی ابل رہا تھا۔ یہاں میر انیس مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں۔

(د) شاعری میں میر انیس کی وجۂ شہرت کیا ہے؟

جواب: شاعری میں میر انیس کی وجہ شہرت ان کی مرثیہ گوئی ہے۔

(ہ) ہیئت کے اعتبار سے اس نظم (میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت) کو کیا کہیں گے؟

جواب: ہیئت کے اعتبار سے یہ نظم مسدس ہے، مسدس ایسی نظم کو کہتے ہیں جس کے ہر بند میں چھے مصرعے ہوں۔ مسدس کے پہلے چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور آخری دو مصرعے بھی ہم قافیہ ہوتے ہیں لیکن یہ قافیے پچھلے چار قافیوں سے الگ ہوتے ہیں۔

۲۔ نظم "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" کا متن مدِ نظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں۔

(الف) "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" کس شاعر کی تخلیق ہے؟

(i) مرزا دبیر (ii) میر انیس
(iii) مولوی میر حسن (iv) میر خلیق

(ii) نظم "میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت" صِنفِ سخن کے لحاظ سے کیا ہے؟

(i) آزاد نظم (ii) قصیدہ
(iii) شہر آشوب (iv) مرثیہ

www.downloadclassnotes.com

(ج) شاعر گرمی کی شدت کا ذکر کرتے ہوئے لرزاں ہے کہ:

(i) زبان مثل شمع نہ جل اٹھے (ii) خود اس شدت کا شکار نہ ہو جائے

(iii) بیان سے قاصر ہے (iv) مبالغہ نہ ہو جائے

(د) رن کی زمیں میں سرخ تھی اور آسماں تھا:

(i) سبز (ii) نیلا

(iii) زرد (iv) سرخ

(ہ) زمین پر خلقِ خدا کس چیز کو ترس رہی تھی؟

(i) پانی کو (ii) آب خنک کو

(iii) ٹھنڈی ہوا کو (iv) بادل کے سائے کو

(و) دن کے مثالِ شب سیاہ ہونے کی وجہ کیا تھی؟

(i) آفتاب کی حدت (ii) دھوپ

(iii) تپش (iv) لُو

(ز) نہنگوں پر گرمی کا کیا اثر تھا؟

(i) پسینے چھوٹ رہے تھے (ii) بے ہوش تھے

(iii) جان لبوں پر تھی (iv) ہانپ رہے تھے

(الف)	(ii)	(ب)	(iv)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(ii)	(ز)	(iii)		

-3 ''میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت'' میں جن جانوروں کا ذکر آیا ہے، ان کے ناموں کی فہرست تیار کیجیے۔

جواب: اس نظم میں درج ذیل جانوروں کے نام آئے ہیں۔
مچھلی، آہو (ہرن) چیتا، شیر، نہنگ (مگرمچھ)۔

-4 درج ذیل الفاظ کے مترادف لکھیے۔

آفتاب، مسکن، شجر، آہو، گرداب، ماہی

الفاظ	مترادف	الفاظ	مترادف
آفتاب	سورج	مسکن	رہائش

تھالے بھی نخل کے، سبد گل فروش تھے

وہ دشت وہ نسیم کے جھونکے، وہ سبزہ زار
پھولوں پہ جا بجا، وہ گہر ہائے آب دار
اٹھنا وہ جھوم جھوم کے شاخوں کا، بار بار
بالائے نخل ایک جو بلبل تو گل، ہزار
خواہاں تھے زیب گلشن زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے، ہجوم
کو کو کا شور، نالۂ حق سرہ کی دھوم
سبحان ربنا کی صدا تھی، علی العموم
جاری تھے وہ جو ان کی عبادت کے تھے رسوم
کچھ گل فقط نہ کرتے تھے، رب علیٰ کی مدح
ہر خار کو بھی نوک زباں تھی، خدا کی مدح

چیونٹی بھی ہاتھ اٹھا کے، یہ کہتی تھی، بار بار
اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق، ترے نثار
یاحیّ یا قدیر کی تھی ہر طرف، پکار
تسبیح تھی کہیں، کہیں تہلیل کردگار
طائر ہوا میں مست، ہرن سبزہ زار میں
جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

دعائے خلیل علیہ السلام اور نوید مسیحاً

5- مرثیے کی وضاحت کرتے ہوئے مختصراً قصیدے کا ذکر کر کے فرق واضح کیا جائے۔

جواب: ایسی نظم جس میں کسی امیر آدمی یا حاکمِ وقت کی شان لکھی جائے اسے قصیدہ کہا جاتا ہے۔ قصیدے میں شخصی اوصاف بیان کیے جاتے ہیں، جن میں مبالغہ آرائی بھی ہوتی ہے۔ مرزا رفیع سودا کا نام شاعری کے میدان میں نمایاں ہے۔ ان کی غزل گوئی کو بعض لوگ ان کے قصائد کے مقابلے میں کم تر درجہ دیتے ہیں۔ اگر چہ ان کے ہاں مثنوی اور غزل ملتی ہے مگر سودا کا مزاج اور ماحول قصیدے کا تھا۔ انھوں نے بزرگانِ دین کی مدح کے علاوہ اپنے زمانے کے رئیسوں اور امیروں کی شان میں قصیدے لکھے۔ وہ اردو کے پہلے شاعر ہیں جنھوں نے قصیدہ نگاری کو باقاعدہ فن کی حیثیت سے انتہائی بلندیوں تک پہنچایا۔ انھیں قصیدہ نگاری کا امام سمجھا جاتا ہے۔

مرثیہ میں کسی کی وفات کے بعد اس کی خوبیوں کو اجاگر کیا جاتا ہے جب کہ قصیدے میں زندہ شخص کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔

6- طلبہ کو میر انیسؔ ہی کا ایک مرثیہ "میدانِ کربلا میں صبح کا منظر" بھی پڑھ کر سنایا جائے۔

جواب: **میدانِ کربلا میں صبح کا منظر**

ٹھنڈی ہوا میں، سبزۂ صحرا کی وہ لہک
شرمائے جس سے، اطلس و زنگاریٔ فلک
وہ جھومنا درختوں کا، پھولوں کی وہ مہک
ہر برگِ گل پہ، قطرۂ شبنم کی وہ جھلک
ہیرے خجل تھے، گوہرِ یکتا نثار تھے
پتے بھی ہر شجر کے، جواہر نگار تھے

وہ نور اور وہ دشت سہانا سا وہ فضا
درّاج و کبک و تیہو و طاؤس کی صدا
وہ جوشِ گل، وہ نالۂ مرغانِ خوش نوا
سردی جگر کو بخشتی تھی، صبح کی ہوا
پھولوں سے سبز سبز شجر، سرخ پوش تھے

www.downloadclassnotes.com

(i) چہرا (ii) سراپا (iii) رخصت
(iv) آمد (v) رجز (vi) جنگ
(vii) شہادت (viii) بین (ix) دعا

-2 طلبہ پر واضح کیا جائے کہ میر انیس کے ہاں مبالغہ آرائی موجود ہے۔

جواب: میر انیس ایک بلند پایہ مرثیہ نگار ہیں۔ میر انیس کی عظمت یہ ہے کہ وہ جذبات نگاری، کردار نگاری، منظر نگاری اور واقعہ نگاری میں کمال رکھتے ہیں۔ انھیں خارجی جزئیات اور داخلی واردات، دونوں کی تصویر کشی پر بے نظیر قدرت حاصل ہے۔ مناظر قدرت اور رزم و بزم کا مرقع پیش کرتے ہوئے اس کی تمام جزئیات اپنی اپنی جگہ مکمل ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود وہ مختلف جگہوں پر مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں جیسے

اڑتی تھی خاک خشک تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

یہاں میر انیس گرمی کی شدت کو بیان کرتے ہوئے مبالغے کی حدوں کو چھو رہے ہیں۔ یا یہ شعر دیکھیے۔

پانی تھا آگ، گرمی روز حساب تھی
ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

-3 طلبہ کو بتایا جائے کہ مسدس نظم میں ہر بند چھے مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

جواب: جس نظم کے ہر بند کے چھے مصرعے ہوں اسے مسدس کہتے ہیں۔ مسدس کے ابتدائی چار مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں جب کہ آخری دو مصرعے اپنے طور پر ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

-4 مولانا حالی کی مسدس سے ایک بند پڑھ کر طلبہ کو سنایا جائے۔

جواب: مجھے حالی کی مسدس میں سے یہ بند زیادہ پسند ہے۔

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

www.downloadclassnotes.com

خاص کرم نوازی ہے۔ سردی، گرمی، بہار اور خزاں، ہم ہر قسم کے موسم سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ گرمی کا موسم پاکستان کے بعض علاقوں میں بہت شدید ہوتا ہے۔ عام طور پر گرمی کا موسم مئی سے اگست تک رہتا ہے۔ اگست میں برسات شروع ہو جاتی ہے اور موسم کچھ بہتر ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے جن علاقوں میں زیادہ گرمی ہوتی ہے ان میں جیکب آباد، سبی، لورا لائی، رحیم یار خاں وغیرہ شامل ہیں۔
جون جولائی کے مہینوں میں پاکستان کے بعض علاقوں میں اتنی شدید گرمی پڑتی ہے کہ کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی۔ اس گرمی میں انسان تو انسان حیوان بھی باہر نکلنے سے کتراتے ہیں۔ لوگ ٹھنڈی جگہوں پر رہنا پسند کرتے ہیں۔ گرمی کے اس موسم میں لُو لگنے کا اندیشہ بھی رہتا ہے، اس لیے اگر بامرِ مجبوری کہیں گرمی کے موسم میں باہر نکلنا پڑے تو سر کو اچھی طرح ڈھانپ لینا چاہیے۔
گرمی کی شدت سے ہر کوئی پریشان ہوتا ہے مگر یہ موسم بھی اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے۔ اگر گرمی کا موسم نہ ہو تو فصلیں نہ پکیں اور ہمیں پینے کے لیے پانی بھی میسر نہ آئے۔

-3 میر انیس نے جو تشبیہات استعمال کی ہیں، ان کی فہرست تیار کریں اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

جواب: دیکھیے جواب سوال نمبر 7

اساتذہ کرام کے لیے

-1 مرثیہ نگاری کا مختصر تعارف کراتے ہوئے طلبہ کو بتایا جائے کہ اس کی ابتدا عربوں نے کی۔

جواب: مرثیہ عربی زبان کے لفظ "رثا" سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب حزن و ملال اور ماتم ہے۔ اصطلاحاً اس کے معنی ایسی صنفِ سخن کے ہیں جس میں کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کی تعریفیں کی جائیں اور پھر اپنے غم و الم اور جذباتِ غم کا اظہار کیا جائے۔ عام طور پر مرثیہ شہیدانِ کربلا کے لیے لکھا جاتا ہے اور مجالس عزا میں پڑھا جاتا ہے۔ مرثیے میں فوت شدگان کے مناقب اور مصائب کا بیان ہوتا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ محترمہ کی وفات پر مرثیہ لکھا۔ غالب کی وفات پر مولانا الطاف حسین حالی نے مرثیہ لکھا۔
مرثیے کے مندرجہ ذیل حصے ہوتے ہیں:

www.downloadclassnotes.com

-10 نظم کو غور سے پڑھیں اور ہر بند کے قافیے لکھیں۔

جواب:

(الف)	بیاں	زباں	الاماں	آسماں
(ب)	تب	شب	لب	سب
(ج)	شام	مقام	فام	خام
(د)	بار	چنار	زار	دار
(ہ)	گماں	فشاں	زباں	جاں

سرگرمیاں

-1 میر انیس کی نظم کی خوبیاں اپنی کاپی میں نوٹ کریں:

جواب: میر انیس کی شاعرانہ عظمت کو تمام ناقدان فن نے تسلیم کیا ہے۔ان کے مرثیے اعلیٰ شاعری کا نمونہ ہیں۔وہ بڑے سے بڑے واقعے، نازک سے نازک خیال اور لطیف سے لطیف کیفیت کو مناسب اور موزوں الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ان کی تشبیہات، استعارے اور تمثیلیں آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں۔میر انیس نے جذبات فطرت اور مناظر قدرت کی عمدہ تصویریں کھینچی ہیں۔ان کا کلام صنائع و بدائع اور فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔اخلاقی شاعری کے اعتبار سے بھی میر انیس کے مراثی کا پایا بہت بلند ہے۔

میر انیس کی عظمت یہ ہے کہ وہ جذبات نگاری، کردار نگاری، منظر نگاری اور واقعہ نگاری میں کمال رکھتے ہیں۔انھیں خارجی جزئیات اور داخلی واردات دونوں کی تصویر کشی پر بے نظیر قدرت حاصل تھی۔مناظر قدرت اور رزم و بزم کا مرقع پیش کرتے ہیں اس کی تمام جزئیات اپنی اپنی جگہ مکمل ہوتی ہیں۔اسی طرح وہ افراد مرثیہ کی حیثیت عمر، صنف اور حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے جذبات و کیفیات کی ہو بہو تصویر کھینچتے ہیں۔وہ اردو کے چند ممتاز ترین شاعروں میں شمار کیے گئے ہیں اور صنف مرثیہ میں تو اپنی نظیر آپ ہیں اور اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

-2 اس نظم کی روشنی میں گرمی کی شدت پر مختصر مضمون لکھ کر استاد صاحب کو دکھائیں۔

جواب: **گرمی کی شدت**

اللہ تعالیٰ نے ہمارے ملک کو ہر قسم کے موسم عطا کر رکھے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی

www.downloadclassnotes.com

اصل میں لکڑیوں کو آگ لگانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جل اٹھتی ہیں۔ آگ بذاتِ خود نہیں جلتی بلکہ جلتی لکڑیاں ہیں جن کا نتیجہ آگ ہے۔
گویا ہم آگ (مسبب یا نتیجہ) کا لفظ بول کر اس سے مراد لکڑیاں (سبب) لیتے ہیں۔

8- اس نظم میں سے تشبیہ، استعارہ اور مجازِ مرسل الگ کر کے لکھیں۔

جواب: تشبیہ: ڈر ہے کہ مثلِ شمع نہ جلنے لگے زباں

کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خیمے جو تھے حبابوں کے، تپتے تھے سب کے سب
پتھر پگھل کے رہ گئے تھے مثلِ موم خام
پتے بھی مثلِ چہرۂ مدقوق زرد تھے

استعارہ: خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب

اڑتی تھی خاک، خشک تھا چشمہ حیات کا
آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے
پانی تھا آگ، گرمیِ روزِ حساب تھی

مجازِ مرسل: رن کی زمیں تو سرخ تھی اور زرد آسماں

گویا ہوا سے آگ برستی تھی خاک پر
گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے
ماہی جو سیخِ موج تک آئی کباب تھی

9- درج ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

روز، آفتاب، کانٹا، حیات، سیاہ، سبزہ زار، شررفشاں

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
روز	وقفہ	آفتاب	ماہتاب
کانٹا	پھول	حیات	موت
سیاہ	سفید	سبزہ زار	ریگ زار
شررفشاں	ٹھنڈا		

بنایا گیا ہے۔

مجازِ مُرسل کی مزید مثالیں

جزو کہہ کر کل مراد لینا

"ہمیں ہر کام بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا چاہیے۔"

اس جملے میں "بسم اللہ" دراصل "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کا ایک جزو ہے۔ ہم نے صرف بسم اللہ کہا، لیکن اس سے ہماری مراد یہی ہے کہ پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنی چاہیے نہ کہ صرف "بسم اللہ"۔

کل بول کر جزو مراد لینا

"میں ہر روز فجر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں۔"

یہاں قرآن کریم کا لفظ کتاب اللہ کے مکمل تیس پاروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ میں روزانہ تو پورا قرآن مجید نہیں پڑھتا بلکہ اس کا کچھ حصہ پڑھتا ہوں۔ گویا قرآن کریم (کل) بول کر اس کا مخصوص حصہ (جزو) مراد لیا گیا ہے۔

ظرف بول کر مظروف مراد لینا

"شربت بہت مزے دار تھا، میں مسلسل چار گلاس پی گیا۔"

یہاں چار گلاس (ظرف) سے شیشے کے چار گلاس مراد نہیں بلکہ اس میں ڈالا ہوا پانی (مظروف) مراد ہے۔

سبب بول کر مسبب (نتیجہ) مراد لینا

"پیاس نے مجھے نڈھال کر رکھا تھا۔"

حقیقت یہ ہے کہ پیاس کسی کو نڈھال نہیں کرتی بلکہ پیاس کی وجہ سے انسان کو جو کمزوری لاحق ہوتی ہے، وہ اسے نڈھال کرتی ہے۔

گویا پیاس (سبب) بول کر کمزوری (مسبب) یا نتیجہ مراد لیا گیا ہے

مسبب یا نتیجہ بول کر سبب (وجہ) مراد لینا

"چولھے میں آگ جل رہی ہے۔"

استعارے میں مستعارلہ حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہوتا ہے۔
آپ کسی ایک نظم سے استعارے تلاش کر کے لکھیں۔
جواب: استعارے کی مثالیں

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمھیں تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمھیں تو ہو

اس شعر میں تمنا اور دنیا حضرت محمد ﷺ کے لیے استعارہ ہے۔

پھوٹا جو سینۂ شب تار الست سے
اس نور اولیں کا اجالا تمھیں تو ہو

اس شعر میں اجالا حضور ﷺ کے لیے استعارہ ہے۔

گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدار یثرب و بطحا تمھیں تو ہو

اس شعر میں تاجدار حضور ﷺ کے لیے استعارہ ہے۔

دنیا میں رحمت دو جہاںؐ اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمھیں تو ہو

مجازِ مُرسل

اگر کسی لفظ کو حقیقی کی بجائے مجازی (غیر حقیقی) معنوں میں استعمال کیا جائے اور دونوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی تعلق ہو تو وہ مجازِ مُرسل کہلاتا ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(الف) انسان کی زندگی چار دن کی ہے۔
اس میں جزو بول کر کل مراد لی گئی ہے۔

(ب) حکیم صاحب نے نبض پر ہاتھ رکھ کر مرض کی تشخیص کر دی۔
یہاں کل بول کر جزو مراد لی گئی ہے۔ (نبض پر ہاتھ نہیں تین انگلیاں رکھی جاتی ہیں)

(ج) برسے گا آج خوب دھواں دھار ابر ہے۔
یہاں سبب (ابر) بول کر مسبب (پانی) مراد لیا گیا ہے۔

(د) مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں
یہاں آلہ (زبان) بول کر وہ چیز (بولی) مراد لی گئی ہے جس کے لیے یہ آلہ

www.downloadclassnotes.com

چشمۂ حیات	قحط کے دنوں میں گدلا پانی بھی پیوں کے لیے چشمۂ حیات سے کم نہیں۔
برگ و بار	بہار کے موسم میں ہر برگ و بار کھل اٹھتا ہے۔
مدقوق	میں نے ریلوے اسٹیشن پر ایک مدقوق بوڑھے کو پریشان حال دیکھا۔
مضطرب	پرچہ صحیح نہ ہونے کی وجہ سے سدرہ بہت مضطرب تھی۔
شررفشاں	شب برات کے موقع پر سلمان نے شررفشاں آتش بازی چلائی۔
مکدر	دھند کی وجہ سے کار کا شیشہ بہت مکدر ہو رہا تھا۔
سرگرمیاں	چھٹیوں میں تمھاری کیا سرگرمیاں ہوتی ہیں؟

استعارہ:

استعارہ کے لفظی معنی ادھار لینا کے ہیں۔ علمِ بیان کی اصطلاح میں جب ہم کسی چیز کے معنی مستعار لے کر دوسری چیز کے لیے استعمال کرتے ہیں تو اسے استعارہ کہتے ہیں جیسے:

ماں نے کہا ''میرا چاند سکول سے آ گیا ہے۔''
باپ نے کہا ''میرا بیٹا رستم ہے۔''
کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔

ان جملوں میں بچے کو چاند، بیٹے کو رستم اور بہادر انسان کو شیر کہا گیا ہے۔ یعنی چاند، رستم اور شیر کے الفاظ مستعار لے کر بچے، بیٹے اور بہادر انسان کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔

ارکان استعارہ

1- **مستعارلہ:** جس کے لیے لفظ مستعار لیا جائے۔ اوپر کی مثالوں میں بچہ، بیٹا اور بہادر انسان (شاعر کا اشارہ حضرت عباسؑ بن علیؑ کی طرف ہے) مستعارلہ ہیں۔

2- **مستعارمنہ:** جس سے لفظ ادھار لیا جائے۔ یہاں چاند، رستم اور شیر مستعارمنہ ہیں۔

3- **وجہ جامع:** مستعارلہ اور مستعارمنہ کے مابین مشترک صفت کو وجہ جامع کہا جاتا ہے۔ اوپر کی مثالوں میں خوب صورتی اور بہادری وجہ جامع ہیں۔ مستعارلہ اور مستعارمنہ میں تشبیہ کا تعلق ہوتا ہے۔

www.downloadclassnotes.com

شجر	درخت	آہو	ہرن
گرداب	بگولا	ماہی	مچھلی

-5 نظم کے آخری بند کی تشریح کریں۔

جواب: دیکھیے تشریح

-6 قوسین میں دیے گئے الفاظ سے درست لفظ کا انتخاب کر کے خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) پتھر پگھل کر ______ ہو گئے تھے۔ (راکھ، خاک، موم)

(ب) مسدس کا ہر بند ______ اشعار پر مشتمل ہوتا ہے۔ (دو، تین، چھے)

(ج) گرمی کی شدت سے پھولوں کا رنگ ______ ہو گیا تھا۔ (زرد، سیاہ، زائل)

(د) شاعر نے درخت کے جلنے کو ______ سے تشبیہ دی ہے۔ (کوئلے، لکڑی، چنار)

(ہ) ______ سے سورج کا چہرہ دھندلا گیا تھا۔ (غبار، بخار، گرمی)

جواب: (الف) پتھر پگھل کر موم ہو گئے تھے۔

(ب) مسدس کا ہر بند تین اشعار پر مشتمل ہوتا ہے۔

(ج) گرمی کی شدت سے پھولوں کا رنگ زائل ہو گیا۔

(د) شاعر نے درخت کے جلنے کو چنار سے تشبیہ دی ہے۔

(ہ) غبار سے سورج کا چہرہ دھندلا گیا تھا۔

-7 مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

مثلِ شمع، الاماں، تاب و تب، چشمۂ حیات، برگ و بار، مدقوق، مضطرب، شرر فشاں، مکدّر، سرگرمیاں

الفاظ و تراکیب	جملوں میں استعمال
مثلِ شمع	زندگی مثلِ شمع دھیرے دھیرے پگھل رہی ہے۔
الاماں	آج کل کی مہنگائی! الامان الحفیظ! بہت ہی زیادہ ہے۔
تاب و تب	اس موتی کی تاب و تاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

www.downloadclassnotes.com

اہم معروضی سوالات

سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درست جواب کی (✓) سے نشان دہی کریں۔

(الف) ڈر ہے کہ زبان نہ جلنے لگے:

(i) مثلِ پروانہ (ii) مثلِ شمع
(iii) مثلِ کوئلہ (iv) مثلِ انگارا

(ب) خلق ترستی تھی:

(i) آبِ رواں کو (ii) آبِ حیات کو
(iii) آبِ باراں کو (iv) آبِ خنک کو

(ج) دھوپ سے دن کا رنگ تھا:

(i) کالا (ii) سفید
(iii) سرخ (iv) نارنجی

(د) گرمی سے پانی کھولا ہوا تھا:

(i) نہرِ علقمہ کا (ii) ہر ایک کنوئیں کا
(iii) دریائے فرات کا (iv) ہر تالاب کا

(ہ) ایک ایک نخل جل رہا تھا:

(i) اپنی آگ میں (ii) چنار کی صورت
(iii) تنور کی صورت (iv) بھٹی کی صورت

(و) گرمی کی وجہ سے رن کی زمین تھی:

(i) نیلی (ii) سیاہ
(iii) سرخ (iv) زرد

www.downloadclassnotes.com

(ز) خاک پر آگ برستی تھی:

(i) آسمان سے (ii) فضا سے

(iii) زمین سے (iv) ہوا سے

(ح) پانی آگ تھا اور گرمی تھی:

(i) روزِ حساب کی (ii) روزِ جنگ کی

(iii) روزِ محشر کی (iv) روزِ قیامت کی

(ط) فرات کا پانی کھولا ہوا تھا:

(i) سورج سے (ii) آگ سے

(iii) گرمی سے (iv) دھوپ سے

(ی) شیر دھوپ کے مارے اٹھتے نہیں تھے:

(i) سایے سے (ii) پانی سے

(iii) کچھار سے (iv) غار سے

جواب

نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب	نمبر	جواب
(الف)	(ii)	(ب)	(iv)	(ج)	(i)	(د)	(iii)
(ہ)	(ii)	(و)	(iii)	(ز)	(iv)	(ح)	(i)
(ط)	(iv)	(ی)	(iii)				

www.downloadclassnotes.com